مرفوع احادیث، اقوال صحابہ، مفتیان احناف اور
اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ کے اقوال کی روشنی میں

۴۸ میل شرعی، تقریباً ۵۴ انگریزی میل یعنی ۸۶/۸۸ کلومیٹر

ترتیب وپیش کش
حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب اعظمی مدظلہ
شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ آزادول، جنوبی افریقہ
خلیفہ حضرت شاہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر
ادارہ احیاء سنت ۵ آزادوین یو آزادول ۱۷۵۰

صحیح اور مناسب تر مسافت قصر

حامداً و مصلیاً

سوال:۔ کم سے کم کتنی مسافت کے سفر کے ارادہ پر نماز میں قصر کرنا چاہیئے۔
جواب:۔ کم سے کم مسافتِ قصر (از روئے کتب فقہ در مختار، شامی وغیرہ) ۸۳/۳۱ کیلومیٹر ہے اس سے کم میں قصر جائز نہیں، ہاں اس سے زائد کے اقوال ہیں، چنانچہ دوسرے قول کے لحاظ سے ۹۹/۹۷۲ کیلومیٹر مسافت قصر ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے۔

احناف کا اصل مذہب یہ ہے کہ کوئی تین۳ دن رات کی مسافت کا قصد کر کے نکلے تو مسافر ہوتا ہے لیکن ہر شخص کو اس کا اندازہ کرنا مشکل ہوگا۔ پھر ہموار راستہ اور نیچے اونچے راستوں میں بھی فرق پڑے گا، اسلئے مشائخ احناف نے اس کی فراسخ کے ذریعہ تحدید کر دی تاکہ مسلمانوں کو سہولت ہو جائے۔ چنانچہ فقہائے احناف کے تین قول علامہ شامی وغیرہ نے ذکر کئے (یہ اقوال ہموار راستہ کے لئے ہیں) وہ اقوال یہ ہیں۔

۱۔ اکیس۲۱ فرسخ یعنی ۶۳ میل شرعی (اس قول پر کسی کا فتویٰ دینا علامہ شامی نے نہیں ذکر کیا)

مؤلف مدظلہ کے مختصر حالات

ولادت و تعلیم ولادت ۱۳۶۶ھ کو مئو میں ہوئی۔ ابتدا سے اخیر تک تعلیم مئو ہی ہوئی اور ۱۳۸۶ھ میں مفتاح العلوم مئو سے فراغت حاصل کی، بعد فراغت مختلف کتابیں پڑھیں، قرأۃ سبعہ بھی، محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رح کی خدمت میں رہ کر فتاویٰ کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور افتاء کی مشق کی۔ مشہور اساتذہ میں محدث اعظمیؒ، مولانا عبد اللطیف نعمانی رح اور مولانا عبد الرشید رح وغیرہم ہیں۔

تدریس و خدمات تین چار سال کے بعد مظہر العلوم بنارس میں تدریس شروع کی، مختلف کتابیں پڑھائیں جن میں مشکوٰۃ و ترمذی بھی ہیں۔

وہاں فتاویٰ نویسی کی خدمت بھی انجام دی، چار سال وہاں قیام رہا۔

پھر ۱۳۹۴ھ میں جامعہ ڈابھیل تشریف لے گئے اور وہاں اکثر درسیات زیر تدریس رہیں اخیر میں مشکوٰۃ، جلالین، طحاوی، ابن ماجہ، نسائی وغیرہ بھی پڑھائیں، وہیں تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل بھی مرتب فرمائی جو طبع ہو چکی ہے، ۱۴۰۳ھ میں سبعہ عشرہ بھی پڑھائی، اور مقدمۂ علم قرأت بھی مرتب فرمایا۔ جس میں قراء عشرہ اور ان کے رواۃ کا تذکرہ بھی ہے۔

۱۴۰۶ھ میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ آزاد ول جنوبی افریقہ تشریف لائے۔ ۱۴۰۸ھ سے

شیخ الحدیث ہوئے اور بفضل اللہ مختلف کتابیں بخاری، ترمذی اور طحاوی زیر تدریس رہتی ہیں۔ اللہ بفیوضہ وبرکاتہ۔

کئی کتابیں اور رسائل بھی آپ نے تالیف فرمائے۔ جواب طبع ہو رہے ہیں بحمد اللہ تبلیغی خدمات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، مختلف بلاد اور مقامات کے اسفار بھی ہوتے رہتے ہیں، جیسے انگلینڈ، ہولینڈ، فرانس، استنبول، موریشش، ری یونین۔ اور افریقہ کے دیگر ممالک، حرمین شریفین کی زیارت سے بھی بار بار مشرف ہو رہے ہیں۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ (خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی مدظلہ) کے خلیفہ بھی ہیں، بفضل رحمانی دین کے اکثر شعبوں میں محنت فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ علم وعمل اور عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے

(آمین)

عتیق الرحمٰن الاعظمی

ربانی آفسیٹ پرنٹرس دیوبند
فون۔ 23565

۲ - اٹھارہ ۱۸ فرسخ یعنی ۵۴ میل شرعی (علامہ شامی نے فرمایا اسی پر فتویٰ ہے۔ اس لئے کہ یہ درمیانی قول ہے)

۳ - پندرہ ۱۵ فرسخ یعنی ۴۵ میل شرعی (شامی میں مجتبیٰ سے خوارزم کے ائمہ کا فتوی اس پر نقل کیا ہے ص ۵۲۷/۱)

یہ اقوال احناف کے ہیں، امام مالک امام شافعی (فی قول) امام احمد کے یہاں مسافتِ قصر چار برید یعنی ۱۶ فرسخ ہے (۴۸ میل شرعی) (معارف السنن ص ۴۷۳/۴) ان حضرات نے حضرات ابنِ عباسؓ وابنِ عمرؓ کے فعل سے استدلال کیا ہے کہ یہ دونوں حضرات ۱۶ فرسخ یعنی ۴۸ میل شرعی پر قصر کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ موطا امام مالکؒ ص ۱۳۰ صحیح بخاری ص ۱۴۷/۱ میں ان کا یہ فعل مذکور ہے۔

اکابر دیوبند میں حضرت گنگوہیؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۲۳) فیض الباری ص ۳۹۷/۲ العرف الشذی مع الترمذی ص ۱۲۱) اب یہ کل چار قول ہوگئے۔

ایک برید ۴ فرسخ کا اور فرسخ تین میل شرعی کا اور میل شرعی، ۴ ہزار ذراع کا اور ذراع ۲۴ انگل کا ہوتا ہے۔ (شامی ص ۵۲۷/۱ اور اوزانِ شرعیہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ ص ۲۴)

ایک فرسخِ شرعی ۵ کیلومیٹر اور ۵۵۴ میٹر کے برابر ہوتا ہے،

جیساکہ ڈاکٹر محمد احمد اسماعیل الخاروف نے علامہ نجم الدین ابن الرفعہ انصاری متوفی ۷۱۰ھ کی کتاب، الایضاح والتبیان فی معرفۃ المکیال والمیزان۔ کے آخر میں لکھا ہے، (تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ) اس لئے مذکورہ اقوال کے کیلومیٹر مندرجہ ذیل بنتے ہیں۔

۱۔ ۲۱ فرسخ = ۱۱۶٫۶۳۴ کلومیٹر (اس پر کسی کا فتوی دینا معلوم نہیں)

۲۔ ۱۸ فرسخ = ۹۹٫۹۷۲ " (علیہ الفتوی کما فی الشامیہ ص ۵۲۷/۱
قال العینی قال المرغینانی وعلیہ الفتوی کما فی عمدۃ القاری ص ۱۲۵/۷)

۳۔ ۱۵ فرسخ = ۸۳٫۳۱ کیلومیٹر (فی المجتبٰی فتوی ائمۃ خوارزم علی الثالث ۱۲ شامی ص ۵۲۷/۱)

۴۔ ۱۶ فرسخ = ۸۸٫۸۶۴ کیلومیٹر قال بہ مالک والشافعی (فی قول) واحمد وافتی بہ الشیخ الجنجوھی والشیخ الکشمیری)

فرسخ سے کلومیٹر بنانے میں کچھ فرق بھی پڑ سکتا ہے، احسن الفتاوی ص ۹۵/۴ پر مذکورہ مقادیر سے کچھ کم مقدار بتائی گئی ہے۔

حضرت گنگوہی اور علامہ کشمیری نے ائمۂ ثلاثہ کی موافقت میں ۴۸ میل شرعی پر فتوی دیا تھا۔ نہ کہ ۴۸ میل انگریزی پر، حضرت گنگوہی کے فتوے میں چار برید اور موطا کی روایت کا ذکر ہے، اور علامہ کشمیری کے کلام میں امام شافعی اور امام احمد کا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ائمہ ۴۸ میل شرعی کے قائل

تھے۔ نہ کہ انگریزی کے۔

علامہ شامی کے قول سے معلوم ہوا کہ مفتیٰ بہ قول ۱۸ فرسخ یعنی ۹۷٫۲ ۹۹ کیلومیٹر ہے، مفتی رشید احمد مدظلہ نے اسی پر عمل کو احتیاط بتایا ہے،

۴۸ میل شرعی یعنی ۸۶۴٫ ۸۸ والا قول اکابر دیوبند کا پسندیدہ ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

اوپر جو بات عرض کی گئی ہے اس میں ذرا اختصار اور اجمال ہے اسلئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کی کچھ تفصیل ذکر کر دی جائے تاکہ اس موضوع پر غور کرنے والے کو سہولت ہو جائے، اور ۴۸ میل انگریزی کی جو شہرت ہے اس کا ضعف ظاہر ہو جائے۔

احناف کی اصل دلیل

امام ابو حنیفہ رح کا جو اصل مذہب ہے کہ تین دن رات کا ارادہ کر کے بستی سے نکلنے والا مسافر ہے اس کی دلیل مرفوع صحیح حدیث ہے

جعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثة ایام ولیالیھن للمسافر ویوماً ولیلة للمقیم رواہ مسلم ص۱۳۵ (اس کے علاوہ بھی اور صحیح حدیثیں ہیں، دیکھئے آثار السنن النیموی ص۲۶۳)

اس حدیث کا تقاضا ہے کہ ہر مسافر کو یہ موقع حاصل ہو یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ کم سے کم سفر شرعی کی مقدار تین دن رات کی مسافت قرار

دی جائے۔ اس لئے امام ابو حنیفہ رح نے تین دن رات کو کم سے کم مسافتِ قصر قرار دیا اور مسافرِ شرعی کو قصر کا حکم ہے اس لیے یہی مسافت، قصر کی مسافت قرار پائی۔

یہ امر ظاہر ہے کہ کوئی مسافر رات دن مسلسل سفر نہیں کر سکتا، اسلئے معلوم کرنا ہوگا کہ تین دن رات کی مسافت کیا ہوگی۔ کتنی دیر روزانہ سفر کا اعتبار ہوگا، کتنی دیر آرام کے لیے نکالا جائے گا۔ جس میں کھانا پینا نماز پڑھنا بھی ہوگا، پھر راستے بھی مختلف قسم کے ہوتے ہیں کوئی ہموار کوئی نیچا اونچا ہر مسافر کی طاقت اور رفتار بھی یکساں نہیں ہوتی اس لیے اس مسئلہ میں عمل کرنے کے لیے ان تمام باتوں کو طے کرنا ہوگا، عوام کے حوالہ کر دینے میں سخت اختلاف ہوگا۔

امام ابو حنیفہ رح سے صرف اتنا منقول ہے کہ تین دن رات کی مسافت اونٹوں کی چال اور قدم کی چال سے معتبر ہے۔ امام محمد رح در کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ" میں لکھتے ہیں، قال ابو حنیفۃ لا تقصر الصلوٰۃ فی اقل من ثلاثۃ ایام ولیالیھا بسیر الابل ومشی الاقدام ص ۱۶۶/۱ یہی بات انھوں نے اپنی مؤطا ص ۱۲۹ اور الجامع الصغیر ص ۸۴ میں بھی ذکر کی ہے۔

بعد میں فقہاء کرام نے کچھ اور قیدیں بھی بڑھائیں، مثلاً درمیانہ چال سے معتاد استراحت کے ساتھ یہ مسافت معتبر ہوگی۔ بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادۃ (در مختار ص ۵۲۷/۱ مع رد المختار)

اس پر علامہ ابنِ عابدین شامی نے فرمایا، اس قید سے بیل گاڑی کو کھینچنے والی سواری خارج ہوگئی، اس لیے کہ یہ رفتار بہت سُست ہوتی ہے نیز گھوڑے اور برید (ڈاک لیجانیوالے تیز رفتار جانور) کی رفتار بھی مراد نہیں اس لیے کہ ان کی رفتار بہت تیز ہوا کرتی ہے (صـ ۵۲۷ ج ۱ ردالمختار مطبوعہ نعمانیہ دیوبند) نیز یہ بھی شرط نہیں کہ پورے دن سفر ہو، بلکہ زوال تک جتنا سفر ہوسکے اس کا اعتبار ہے، ولا یشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال (درمختار صـ ۵۲۶ ج ۱) اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں، اذ لابد للمسافر من النزول للاکل والشرب والصلوٰۃ ولاکثر النہار حکم کلہ الخ اس لیے زوال تک سفر کو پورے دن کا سفر سمجھا جائیگا۔

بعض مشائخ نے فرمایا سال کے سب سے چھوٹے دن کا اعتبار ہوگا، وفی شرح الطحاوی ان بعض مشائخنا قدّروہ باقصر ایام السنۃ (شامی صـ ۵۲۶ ج ۱)

درمختار کی پوری عبارت یہ ہے مسیرۃ ثلاثۃ ایام ولیالیھا من اقصر ایام السنۃ ولا یشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال صـ ۵۲۶ ج ۱ آگے یہ بھی ہے ولا اعتبار بالفراسخ علی المذھب صـ ۵۲۷ ج ۱ کہ مذہب میں فراسخ کا اعتبار نہیں، امام صاحب سے ایک روایت مراحل کی بھی ہے، ہدایہ میں ہے وعن ابی حنیفۃ التقدیر بالمراحل وھو قریب من الاول الخ نہایہ شرح ہدایہ میں ہے ای التقدیر بثلاث مراحل قریب من التقدیر

بثلاثة ایام لان المعتاد من السیر فی کل یوم مرحلة واحدة خصوصا فی اقصر ایام السَّنة کذا فی المبسوط الخ (در مختار ص ۵۲۶/۱)

لیکن مراحل کی بھی کوئی تقدیر امام ابو حنیفہ رح یا ان کے اصحاب سے منقول نہیں، الحاصل اصل مذہب تین دن اور رات کی مسافت ہے سیر ابل اور مشی الاقدام سے، اس سے زیادہ کوئی بات اصل مذہب میں نہیں سال کے سب سے چھوٹے دن کی قید اسی طرح زوال تک سفر کی قید مشائخ نے لگائی ہے، اصل مذہب نہیں،

حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صبح کو دوپہر کے قریب تک سفر ہوتا تھا، حدیث افک عائشہ میں ہے۔ حتی اتینا الجیش مُوَغّرین فی نحر الظهيرة وهم نزول بخاری ص ۵۹۴/۲ و ص ۶۹۶/۲ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ ہم دوپہر میں لشکر کے پاس پہونچے جبکہ وہ اترے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا کہ دوپہر یعنی نصف النہار سے قبل لشکر آرام کے لئے اتر گیا تھا۔

حضرت انس رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ ذکر کرتے ہیں اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس اخر الظهر الی وقت العصر ثم نزل فجمع بینهما فان زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظهر ثم رکب بخاری ص ۱۵۰/۱ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب زوالِ آفتاب سے قبل کوچ کرتے

توظہر کو عصر تک مؤخر کرتے پھر اتر کر دونوں کو جمع کرتے اور اگر روانگی سے قبل زوال ہو جاتا توظہر پڑھ کر سفر کرتے، نیز حضرت کا ارشاد ہے واستعینوا بالغدوۃ والروحۃ وشیئ من الدلجۃ بخاری ص۱ و ص۹۵۷/۲ دن کے شروع میں چلو اور زوال کے بعد اور کچھ رات کی تاریکی میں بھی، یہ مسافر کے نشاط کے اوقات ہیں، کما فی فتح الباری ص۹۵/۱،

ان حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسافر صرف صبح کو، زوال تک سفر نہیں کرتا بلکہ زوال کے بعد اور رات میں بھی سفر کرتا تھا۔

اس لئے اقصر ایام کی قید نیز زوال تک سفر کرنے کی قید محتاج دلیل ہوگی، علامہ شامیؒ نے جو دلیل پیش کی ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پورے دن رات سفر نہیں کیا جاسکتا، لیکن زوال ہی تک سفر کی تحدید ثابت نہیں ہوتی، آخر اوپر کی روایتوں میں جس سفر کا ذکر ہے، ان میں بھی تو نماز اور کھانے پینے نیز استراحت کے لئے اترا جاتا تھا۔ پھر بھی زوال کے بعد اور رات کو سفر ہوتا تھا۔ اسی لئے ظہر اور عصر نیز مغرب و عشاء کے جمع کرنے کا مسئلہ حدیثوں میں آتا ہے، جو کثیر مشہور اور صحیح ہیں۔ پھر زوال تک سفر کیوں محدود کیا گیا؟ اس کا جواب بھی معلوم کرنا ہوگا۔

بہر حال ظاہر روایت میں جتنی بات مذکور تھی اس پر عمل کرنا عام مسلمانوں کے لئے مشکل تھا۔ اس لئے کہ تین دن تین رات کی مسافت

معلوم کرنا ہر شخص کا کام نہیں اس ضرورت کا احساس کر کے مشائخ نے
اندازہ کیا کہ تین دن تین رات کی مسافت ہموار راستہ میں فرسخ کے لحاظ
سے کیا ہوگی۔ اگرچہ ظاہر روایت میں فراسخ کا اعتبار نہیں لیکن عوام
کی سہولت کے لئے اس کی ضرورت محسوس ہوئی، اور اس کے نظائر فقہ میں
موجود ہیں۔ مثلاً ماء کثیر کی مقدار ظاہر روایت میں موجود نہیں، بلکہ مسئلہ
یہ تھا کہ مبتلیٰ بہ کی اکبر رائے میں اگر یہ آتا ہے کہ ایک طرف پڑنے والی نجاست
دوسری طرف نفوذ نہیں کرتی تو وہ پانی کثیر ہے، لیکن اس کا اندازہ عام لوگوں
کے لئے مشکل تھا اس لئے مشائخ مذہب نے سہولت کے لئے اس کی
تقدیر کی اور دہ در دہ کے ساتھ اس کا اندازہ کر دیا اور اسی پر فتویٰ
دیا۔ صاحب نہر نے لکھا، وانت خبیر بان اعتبار العشر اضبط ولاسیما
فی حق من لا رأی لہ من العوام فلذا افتیٰ بہ المتاخرون الاعلام الخ
درمختار ص۱۲۹ ج۱ اور علامہ شامیؒ نے بحث کرنے کے بعد آخر میں لکھا ولا یخفی
ان المتاخرین الذین افتوا بالعشر کصاحب الھدایہ و قاضی خان
وغیرھما من اھل الترجیح ھم اعلم بالمذھب منا فعلینا اتباعھم الخ ص۱۲۹ ج۱
یعنی مذہب نہ ہونے کے باوجود مذہب کے ماہرین نے جو اندازہ کر کے
بنا دیا ہم کو اسی کا اتباع کرنا چاہیئے (اس لئے کہ یہ مذہب سے خروج
نہیں بلکہ مذہب کی تسہیل ہے)

اسی طرح یہاں مشائخ رح نے ظاہر روایت میں مذکور مسافت کا اندازہ کرکے بتا دیا اس لیۓ ہم کو ان کا اتباع کرنا چاہیۓ، مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی رح اسی مسافتِ قصر کی بحث میں لکھتے ہیں، وھذا کما فعلوہ فی باب المیاہ حیث قدروا الکثیر منہا بما کان عشرا فی عشر

(اعلاء السنن ص ۲۴۹)

اسی طرح حقِ حضانت کے مسئلہ میں بچی کے لیۓ ۹ سال اور بچے کے لیۓ ۷ سال کی تقدیر کی گئی اور اس پر فتویٰ دیا جا رہا ہے۔ حالانکہ ظاہر روایت میں کوئی خاص عمر مذکور نہیں تھی (دیکھیۓ شامی ص ۶۴۴) حضرت شیخ محمد زکریا رح لکھتے ہیں کہ لکن المتأخرین افتوا علی الفراسخ تسہیلا علی الامۃ (اوجز المسالک ص ۱۰۱) تو اسی طرح مسافتِ قصر کی تعیین میں مشائخ پر مخالفتِ مذہب کا الزام نہیں ہوگا۔

ہمارے اس مسئلہ میں مشائخ کے تین قول ہیں، ۱۔ اکیس ۲۱ فرسخ ۲۔ اٹھارہ ۱۸ فرسخ، ۳۔ پندرہ ۱۵ فرسخ۔ پہلے قول پر کسی کا فتویٰ نہیں نقل کیا گیا۔ دوسرے قول پر بہت سے لوگوں نے فتویٰ نقل کیا عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا۔ وعامۃ المشائخ قدروھا بالفراسخ پھر مذکورہ تینوں اقوال ذکر کیۓ۔ اٹھارہ والا قول ذکر کرکے لکھا قال المرغینانی وعلیہ الفتویٰ (عمدہ ص ۱۲۵)

شامی نے کہا۔ والفتویٰ علی الثانی لانہ الاوسط ص۵۲۷/۱ بحر الرائق میں ہے،
وفی النہایۃ والفتویٰ علی اعتبار ثمانیۃ عشر فرسخاً ص۱۲۹/۲ آثار السنن میں
ہے وفی جوامع الفقہ وھو المختار ص۲۶۱ عنایہ میں ہے والفتویٰ علی ثمانیۃ
عشر لانہا اوسط الاعداد کذا فی المحیط اھ (عنایہ مع الفتح ص۵/۲)
تیسرے قول پر بھی کچھ لوگوں نے فتویٰ نقل کیا ہے: شامی میں ہے وفی المجتبیٰ
فتویٰ ائمۃ خوارزم علی الثالث ص۵۲۷/۱ بحر الرائق میں ہے وفی المجتبیٰ فتویٰ
اکثر ائمۃ خوارزم علی خمسۃ عشر فرسخاً ص۱۲۹/۲ ان نقول سے معلوم
ہوا کہ اکثر مشائخ نے فراسخ سے تقدیر کی اور زیادہ تر لوگوں نے ۱۸ فرسخ
کے قول پر فتویٰ دیا اس لئے اسی کو ترجیح ہونی چاہئے۔ درمختار میں ہے
اما العلامات للافتاء فقولہ وعلیہ الفتویٰ (درمختار ص۴۹/۱)
امام محمدؒ کتاب الحجہ میں بیان فرماتے ہیں۔ قد جاء فی ھذہ الآثار مختلفۃ
فاخذنا فی ذلک بالثقۃ وجعلناہ مسیرۃ ثلاثۃ ایام ولیالیھا فلان یتمّ
الرجل فیما لا یجب علیہ احبّ الینا من ان یقصر فیما یجب فیہ التمام
ص۱۶۶ یعنی قصر کی جگہ اتمام کرنا اتمام کی جگہ قصر سے پسندیدہ تر ہے وجہ اسکی
ظاہر ہے کہ پہلی جگہ نماز ہو جائے گی خواہ کراہت یا اسارت کے ساتھ ہو
لیکن اتمام کے مقام پر قصر سے نماز کالعدم ہو گی۔
اس اصول کا تقاضا تو یہ تھا کہ اکیس۲۱ والے قول پر عمل ہوتا لیکن

اس کے بارے میں تصحیح اور ترجیح نہ ہونے کی وجہ سے اس کو چھوڑنا پڑا۔

کتاب الحجہ میں امام محمد کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن رات کی مسافت ۴۸ میل شرعی سے زیادہ ہے، لکھتے ہیں کوئی عورت تین دن کی مسافت سے کم پر نکلے لیکن ۴ برید کی مسافت پر تو وہ اتمام کریگی، اسلئے کہ مسافر نہیں ص ۱۶۷ بالمعنی اور اوپر کا کلام بھی اہل مدینہ کے مقابلہ میں تھا، جو ۴۸ میلِ شرعی کے قائل تھے، اس لئے امام محمد کے کلام کی روشنی میں بھی ۵۴ میل شرعی کو مسافت قصر قرار دینا اولیٰ اور بہتر ہوگا، اس لئے کہ یہ ۴۸ میل شرعی سے زائد ہے، اور جن مشائخ نے یہ تقدیر کی ہے، تین دن کی مسافت سمجھ کر، ابن الہمام کہتے ہیں۔ کلٌّ من قدّر بقدرٍ منہا اعتقد انہ مسیرۃ ثلاثۃ ایام اھ فتح ص ۵/۲ اس لئے ابن نجیم کا اس کو مذہب کے خلاف اور نص کے معارض سمجھنا ص ۱۲۹/۲ بحر، موجبِ تعجب ہے۔ اب ہم اکابر دیوبند کے فتاویٰ پر نظر ڈالیں گے۔

اس مسئلہ میں علماءِ دیوبند کی آراء گرامی۔ اور انکے اقوال میں قول راجح کی تلاش۔

علماء دیوبند کے سرخیل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے چار برید یعنی ۴۸ میل شرعی کو احادیث صحیحہ کے مطابق قرار دیا ہے، سوال و جواب ملاحظہ ہو۔

سوال:- کتنی مقدار مسافتِ سفر میں نماز قصر کرنی چاہیئے، حسب احادیث صحیحہ؟
الجواب:- چار برید جس کی سولہ سولہ میل کی تین منزل ہوتی ہیں، حدیث مؤطا مالک سے ثابت ہوتی ہیں، مگر مقدار میل کی مختلف ہے، لہذا تین منزل جامع سب اقوال کی ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
سوال:- فرسخ اور میل کی تحدیدِ معتبر کیا ہے؟
الجواب:- فرسخ تین میل کا اور میل چار ہزار قدم کا لکھتے ہیں، مگر یہ سب تقریبی امور ہیں، اصل میل اس مسافت کا نام ہے کہ نظر کمل کرے اور یہ بھی مختلف ہے وقت اور محل اور رائی (دیکھنے والے) کے اعتبار سے واللہ تعالیٰ اعلم، رشید احمد عفی عنہ (فتاوی رشیدیہ ص۴۲۳)
حضرت گنگوہیؒ کا مقصد ۴۸ میل شرعی کو مسافتِ قصر بتانا معلوم ہوتا ہے اس لیئے کہ برید ۱۲ میل شرعی کا ہوتا ہے تو چار برید کے ۴۸ میل شرعی ہوئے، اور غالباً اس مقدار کو حضرتؒ مذہبِ احناف (تین دن رات یا تین مرحلہ و منزل) کے خلاف نہیں سمجھتے، بلکہ اس کا ایک مصداق سمجھتے ہیں ہمارے مشائخ نے اگرچہ کچھ مقادیر ذکر کی ہیں، لیکن شاید حضرت گنگوہی کے نزدیک ابنِ عباسؓ اور ابنِ عمرؓ کے قول پر عمل کرنا اولیٰ ہوگا۔ جبکہ مرفوع حدیث کا وہ مصداق بن سکتا ہو، اس طرح صحیح مرفوع حدیث تین دن رات والی اور صحابہ کے اقوال جمع ہو جاتے ہیں۔ حضرت گنگوہیؒ

جیسے محقق کو یہ حق ہے کہ ایسا فیصلہ صادر کریں اور ان کا یہ قول مذہب سے خروج بھی نہیں ہوگا، بلکہ مذہب کی تطبیق و تحقیق ہوگی۔

تقریر ترمذی میں حضرت گنگوہی نے فرمایا، ہماری پسند کردہ وہ مقدار جس سے کوئی مسافر شرعی ہوتا ہے اس کی دلیل مؤطا کی مرفوع روایت ہے کہ چار برید یا اس کے مثل سے کم میں قصر نہ کریں۔ اور برید چار فرسخ ہے اور فرسخ تین میل سے کم و بیش ہے، الفاظ یہ ہیں۔ واما ان مقدار (ن) الذی یعد بہ مسافراً شرعیاً ما اخترناہ فالدلیل علیہ ما رواہ مالک مرفوعاً لا تقصر من (ن) اقل من اربعۃ برد او نحو ذلک والبرید اربع فراسخ والفرسخ قریب من ثلاثۃ امیال الی الزیادۃ (الکوکب الدری ص۴۳۹ باب ماجاء فی کم تقصر الصلوٰۃ طبع ادارۃ القرآن کراچی)

اس میں مرفوعاً شاید وہم ہو یا کاتب کی غلطی، اس لئے کہ مؤطا میں ہم کو اس مضمون کی کوئی مرفوع روایت نہیں ملی بلکہ اس میں موقوف روایات ہیں، امام مالکؒ لکھتے ہیں۔

مایجب فیہ قصر الصلوٰۃ۔ مالک عن نافع ان ابن عمرؓ کان اذا خرج حاجاً او معتمراً قصر الصلوٰۃ بذی الحلیفۃ۔ مالک عن ابن شہاب عن سالم بن عبداللہ عن ابیہ انہ رکب الی ریم فقصر

ن کذا فی الاصل والصحیح المقدار ۱۲ فضل

ن کذا فی الاصل والظاہر فی ۱۲ فضل

الصّلوٰۃ فی مسیرۃ ذٰلک۔ قال یحییٰ قال مالک وذٰلک نحو من اربعۃ برد۔ مالک عن نافع عن سالم بن عبد اللّٰہ ان عبد اللہ بن عمر رکب الیٰ ذات النُصُب فقصر الصّلوٰۃ فی مسیرۃ ذٰلک۔ قال یحییٰ قال مالک وبین ذات النُصُب والمدینۃ اربعۃ برد

مالک انہ بلغہ ان عبد اللّٰہ بن عباس کان یقصر الصّلوٰۃ فی مثل مابین مکۃ والطائف وفی مثل ما بین مکۃ وعسفان وفی مثل مابین مکۃ وجدۃ قال یحییٰ قال مالک وذٰلک اربعۃ برد۔ قال یحییٰ قال مالک وذٰلک احب ما یقصر الصّلوٰۃ الیٰ

(موطا مالک ص ۱۳۰)

حضرت گنگوہی غالباً انہی روایات کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں۔ (ابن عمرؓ سے مختلف روایات مروی ہیں ان میں تطبیق وترجیح کے لئے اعلاء السنن ص ۲۳۹ ج ۷ وبعدہا ملاحظہ کی جائے فانہ اجاد وافاد)

حضرت شیخ زکریاؒ اوجز میں لکھتے ہیں ولا یذھب علیک ان الشیخ الجنجوھی علی ماحکاہ الوالد فی تقریر الترمذی قال: ان الصحیح فی استدلال الحنفیۃ ھی روایۃ مالک فی المؤطا: اربعۃ برد وعلیٰ ھٰذا فلا خلاف بین الائمۃ فی ذٰلک (ص ۱۰۱ ج ۳ اوجز)

امام بخاریؒ نے بھی ابنِ عمرؓ وابنِ عباسؓ کی روایات تعلیقاً ذکر کی ہیں

فرماتے ہیں۔ وکان ابن عمرؓ وابن عباس یقصران ویفطران فی اربعة برد وھو ستة عشر فرسخاً (باب فی کم تقصر الصلوٰۃ ص ۱۴۷ بخاری)

علامہ شبیر احمد عثمانی رح نے بھی حضرت گنگوہی کے فتوے بلکہ اپنے مشائخ کے قول مختار کا تذکرہ کیا ہے، فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں شامی سے مشائخ کے تینوں اقوال نقل کر کے لکھتے ہیں۔

والفرسخ ثلاثة امیال فالقول الثالث (قول خمسة عشر فرسخاً) قریب من القول باربعة برد وھی ستة عشر فرسخاً کما ھو مذھب مالک وغیرہ وقد روی البخاری تعلیقاً فی صحیحه والبیھقی اسناداً عن عطاء بن ابی رباح ان ابن عُمَرَ وابن عباس کانا یصلیان رکعتین ویفطران فی اربعة برد. قال ابو عمر بن عبد البر ھٰذا عن ابن عباس معروف من نقل الثقات متصل الاسناد عنه من وجوہ وقد اختلف عن ابن عمر فی تحدید ذلک کثیراً واصح ما روی عنه ما رواہ ابنه سالم ونافع انه کان لا یقصر الا فی الیوم التام اربعة برد اھ قلت وھٰذا ھُوَ المختار عند شیوخنا وقد افتیٰ به مولانا الشیخ رشید احمد الجنجوھی قدس اللہ روحه (فتح الملہم ص $\frac{۲۵۲}{۲}$)

اس عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانی رح کے مشائخ کا فتویٰ اسی طرح حضرت گنگوہی کا فتویٰ ۴۸ میل شرعی ۔

چار برید پر تھا، کیونکہ برید بارہ میل شرعی کا ہوتا ہے، نہ کہ میل انگریزی کا اس عبارت سے پوری وضاحت سے اکابر دارالعلوم کی آراء معلوم کی جاسکتی ہیں۔
اس کے مابعد مولانا عثمانی نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ایک عبارت نقل کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدث دہلوی بھی چار برید کی تقدیر کا اعتبار کرتے ہیں۔ منقولہ عبارت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔ ومن لازمہ ان یکون مسیرۃ یوم تام وبہ قال سالم لکن مسیرۃ اربعۃ برد متیقن ومادونہ مشکوک وصحۃ ھذا الاسم یکون بالخروج من سور البلد او حلۃ[1] القریۃ او بیوتھا بالقصد موضع ھو علی اربعۃ برد وزوال ھذا الاسم انما یکون بنیۃ الاقامۃ مدۃ صالحۃ یعتد بھا فی بلدۃ او قریۃ اھ (فتح الملہم ص ۲/۲۵۲)
اس سے معلوم ہوا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا قولِ مختار بھی یہی تھا
ابنِ عمر سے ایک دن کی مسافت اور تین دن کی مسافت اور ایک برید کی مسافت کے جو اقوال ہیں، ان میں تعارض نہیں، برید اور تین دن تو مساوی ہو سکتے ہیں، ایک دن کی مسافت میں تیز رفتار اونٹنی کی چال مراد ہوگی۔ اور برید میں یا تین دن میں درمیانی چال کی سواری،
اعلاء السنن میں مولانا ظفر احمد صاحب لکھتے ہیں۔

---

[1] حِلّۃ جمعہٗ حِلَل وحِلال۔ جھۃ الشیئ۔ ۱۲ المنجد

فیمکن ان یری ھو (ابن عمر) فی مسافۃ انہا مسیرۃ ثلاثۃ ایام ای بسیر وسط کسیر الزاملۃ من البعیر ویری ابنہ (سالم) انہا مسیرۃ یوم واحد ای لبسیر راکب مجد علی راحلۃ ھو جاء۔ (اعلاء السنن ص۲۴/۷)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا تقریر بخاری میں، کہ میں ۴۸ میل پر فتویٰ دیتا ہوں پوری عبارت یہ ہے۔ ومسافۃ القصر فی المذھب مسیرۃ ثلاثۃ ایام ولیالیھا ثم حولوھا الی التقدیر بالمنازل فاختلفوا فیہ علی اقوال منہا ستۃ عشر فرسخاً کل فرسخ ثلاثۃ امیال فتلک ثمانیۃ و اربعون میلاً کما فی الحدیث (لعل المراد بہ حدیث ابن عباس و ابن عمر المذکور فی البخاری ۱۲ فضل اعظمی) وبہ اُفتی لکونہ مذھب الآخرین (فیض الباری ص۳۹۷/۲)

فقہ حنفی کی کتابوں میں ۱۶ فرسخ کا قول نہیں ملتا، لیکن علامہ کشمیری کا منشاء واضح ہے کہ دوسرے ائمہ مجتہدین مالک، شافعی، احمد رحمہم اللہ کے اقوال کے مطابق فتویٰ دینا چاہتے ہیں۔ العرف الشذی تقریر ترمذی میں بھی یہی بات مذکور ہے، الفاظ یہ ہیں۔ واقوال الاحناف فی مسافۃ القصر کثیرۃ ذکرھا فی البحر والاقوال من ستۃ عشر فرسخاً الی اثنین و عشرین وفی قول ثمانیۃ واربعون میلاً وھو المختار لانہ موافق لاحمد والشافعی (العرف الشذی مع الترمذی ص۱۲۱ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

اس سے بھی ظاہر ہے کہ علامہ کشمیری امام احمد اور امام شافعی کے موافق فتویٰ دینا چاہتے ہیں اور اس کے قبل یہ بتایا ہے کہ ان دونوں کا مسلک ۴۸ میل کا ہے اور ظاہر ہے کہ ان حضرات کا مسلک ۴۸ میل شرعی کا ہے اس لئے علامہ کشمیری کا پسندیدہ قول اڑتالیس ۴۸ میل شرعی کا ہوا۔

لیکن ہماری فقہ کی کتابوں میں کوئی قول ۴۸ میل کا نہیں بلکہ پندرہ فرسخ یعنی ۴۵ میل کا ایک قول ہے علامہ یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں کہ شاید شیخ نے اسی کو مراد لیا ہوگا، الفاظ یہ ہیں ۔ فھذا اقرب من خمسة عشر فرسخاً فی قول عندنا ولعله اراد الشیخ (معارف السنن ص۴۷۳/۴)

علامہ بنوری نے اپنا یا اپنے مشائخ کا کوئی اور قول ذکر نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۴۵ میل شرعی والے قول پر راضی ہیں، یہ ۴۵ میل شرعی ۴۸ میل انگریزی سے تقریباً ۵ کیلومیٹر زیادہ ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مسترشد خاص مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اعلاء السنن میں لکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ۔ مدینہ منورہ سے سوبداء کے سفر میں نماز کا قصر ہوگا جو تین رات کی میانہ چال پر ہے۔ یہ قصر کی تحدیدی مسافت ہے، اور بخاری نے ابن عمر اور ابن عباس سے نیز دوسرے لوگوں نے ابن عباس سے جو نقل کیا ہے (یعنی ۴۸ میل شرعی) یہ تخمینی مسافت ہے

اس لئے دونوں قولوں میں کوئی تعارض نہیں، لیکن جبکہ تین دن کی مسافت عوام صحیح اندازہ نہیں کر سکتے تھے۔ بلکہ ان کے خیالات مختلف ہوں گے اس لئے مشائخ نے فراسخ سے اندازہ کیا، اور فتویٰ پندرہ فرسخ (۴۵ میل شرعی) پر ہے جیساکہ گذرا اس لئے کہ یہ چار برید یا اس کے قریب ہے۔ اور یہ تحدید ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے، اور مرفوعاً بھی مروی ہے اگرچہ ضعیف ہے اسی کو امام مالکؒ نے اختیار کیا ہے اس لئے ہمارے متأخرین نے عوام کی سہولت کے لئے اس پر فتویٰ دیا، اس لئے کہ چار برید تقریباً تین دن کی مسافت ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے پانی کے مسئلہ میں ماء کثیر کی مقدار دہ در دہ سے متعین کردی فافہم (اعلاء ص ۲۴۹/۷) الفاظ یہ ہیں۔

وماثبت عنه من قوله: ان الصّلوٰة تقصر من المدينة الى السويداء و هى ثلاثة ليال قواصد اهـ فتلك مسافة القصر تحديدا. وماذكره البخارى عن ابن عمر وابن عباس ومارواه غيره عن ابن عباس فالتحديد فيه تخمينى فلا تعارض ولكن لما كان مسافة ثلاثة ايام لايقدر العوام على تحديدها وضبطها بل تختلف ظنونهم فى ذالك قدرها المشائخ بالفراسخ والفتوىٰ على خمسة عشر منها كما تقدم فانها اربعة برد اونحوها وقد ورد هذا التحديد عن ابن عباس وغيره وورد

ذالك مرفوعاً ايضاً وان كان ضعيفاً واختاره مالك فافتى به المتأخرون منا تسهيلاً للعوام فان اربعة برد هي قدر مسافة ثلاثة ايام تقريباً وهذا كما فعلوه في باب المياه حيث قد روا الكثير منها بما كان عشراً في عشر فافهم (اعلاء السنن ص۴۹ ج۲)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مولانا عثمانی ۴۵ میل شرعی والے قول کو مفتیٰ بہ مان رہے ہیں اور اس کو چار برید کے قریب نیز تین دن کی مسافت کے قریب مانتے ہیں امام مالک کے قول کے قریب قریب سمجھتے ہیں۔ بلکہ افتیٰ بہ کی ضمیر اگر ہذا التحدید کی طرف لوٹائی جائے اور متأخرین سے مراد حضرت گنگوہی وغیرہ کو لیا جائے تو یہ بھی مستبعد نہیں۔ واللہ اعلم

بہر حال۔ فان اربعة برد هي قدر مسافة ثلاثة ايام تقريباً سے ظاہر ہے کہ ۴۸ میل شرعی کا قول بھی ظاہر مذہب ثلاثہ ایام کے قریب قریب ہی ہے۔ اس کے خلاف نہیں اس لئے حضرت گنگوہی اور حضرت کشمیری کا فتویٰ ظاہر مذہب کے خلاف نہیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نے بھی اپنی کتاب "اوزانِ شرعیہ" میں حضرت گنگوہی کا فتویٰ اور چار برید کی مرفوع روایت۔ عمدۃ القاری کے حوالہ سے ذکر کی ہے، فتویٰ گذر چکا اس میں ۴ برید (۴۸ میل شرعی) مذکور ہے، مرفوع روایت کے الفاظ دیکھئے

بلکہ اس سے پہلے ہم مفتی صاحب کے الفاظ لکھتے ہیں فرماتے ہیں۔ " اور ۴۸ میل کی تعیین پر ایک حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے جو دارقطنی نے حضرت ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یا اھل مکۃ لا تقصروا الصلوٰۃ فی ادنیٰ من اربعۃ برد من مکۃ الی عسفان (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵۳۱)

اے اہل مکہ چار برید سے کم میں نماز کا قصر مت کرو جیسے مکہ سے عسفان تک

اس روایت کی سند میں اگرچہ ایک راوی ضعیف ہے (کما ذکرہ العینی) تاہم چونکہ مدار اصل مذہب کا تین دن کی مسافت پر ہے اس کو محض تائید کے لئے پیش کیا گیا ہے، اور تائید میں ضعیف حدیث بھی کافی ہے اس لئے استدلال میں کوئی مضائقہ نہیں۔

امام العلماء حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ نے ایک استفتاء کے جواب میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے، جس کی بعینہٖ نقل یہ ہے (اوزانِ شرعیہ بلفظہٖ ص ۲۶، ۲۷)

اس کے بعد مفتی صاحب نے وہ دونوں سوال اور اس کے جواب فتاویٰ رشیدیہ سے نقل کئے جو ہم نے پہلے بلفظہٖ ص ۱۳ پر نقل کئے۔

غور کیجئے اس مرفوع حدیث اور حضرت گنگوہی کے فتوے سے جو ۴۸ میل ثابت ہوتے ہیں وہ ۴۸ میلِ شرعی ہیں کیونکہ برید چار فرسخ یا

بارہ[1] میل کی مسافت کو کہا جاتا ہے جیسا کہ مفتی صاحب نے اوزانِ شرعیہ کے صفحہ ۲۴ پر اس کو ابنِ اثیر کی نہایہ سے نقل کیا ہے ظاہر ہے کہ ابنِ اثیر کے کلام میں ۱۲ میل شرعی ہی مراد ہیں نہ کہ انگریزی لیکن مفتی صاحب سے تسامح ہوا کہ اخیر رسالہ میں مرفوع حدیث اور حضرت گنگوہی کا فتوٰی ذکر کرنے کے بعد برید کے ۱۲ میل انگریزی گن لیئے اور حساب لگا کر چار برید کے ۴۸ میل انگریزی نکال لیئے جو حیرت انگیز تسامح ہے، علماء کرام کو چاہیئے کہ وہ مفتی صاحب کے استدلال کو صحیح تسلیم کریں اور تسامح سے بچ کر نتیجہ کو تسلیم کریں،

اگر حدیث مرفوع سے تائید صحیح ہے اور امام العلماء کی امامت تسلیم ہے تو مسافتِ قصر ۴۸ میل شرعی ماننی چاہیئے نہ کہ انگریزی اور امام العلماء کے فتوے کے بعد کسی جدید تقدیر کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور اگر مفتی صاحب کا کہنا صحیح ہے کہ ۴۸ میل انگریزی اور ۴۵ میل شرعی تقریباً بالکل مطابق ہے، تو پھر یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا (جیسا کہ مولانا ظفر احمد صاحب نے فرمایا) کہ ۴۵ میل شرعی اور ۴۸ میل شرعی تقریباً بالکل مطابق ہی ہے اور اگر دونوں میں تفاوت مانا جائے تو چوں کہ ۴۵ میل مشائخ کی تقدیر ہے اور ۴۸ میل مرفوع حدیث میں مذکور ہے اس لیئے ۴۸ میل شرعی کو ترجیح ہونی چاہیئے جس کو امام العلماء نے اختیار فرمایا، نیز شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ

---

[1] یہ تسامح حضرت مفتی صاحب کے صاحبزادگان مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ اور مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کو بھی تسلیم ہے۔ اور بعد کی اشاعت میں ۱۲ میل انگریزی کو شرعی سے تبدیل کر دیا گیا ہے ۱۲ فضل

نے بھی اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے مشائخؒ نے بھی اور صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ کا اسی کے مطابق عمل رہا ہے، کما مر من الموطأ و البخاری۔

حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ کا فتوی[۱]

۴۸ میل انگریزی کی تصریح مفتی عزیز الرحمن صاحب کے فتوے میں بھی موجود ہے، اور غالباً علماء دیوبند میں سب سے پہلے ۴۸ میل انگریزی کی تقدیر تفصیلاً مفتی صاحبؒ ہی نے فرمائی اور ان کے بعد جن لوگوں نے اس پر فتوی دیا۔ انہی کے اتباع میں مفتی صاحب نے ۴۸ میل کی تقدیر کیلئے جو دلیل دی ہے، وہ ملاحظہ ہو، فتاوی دار العلوم میں یہ سوال وجواب مذکور ہے۔

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارہ میں کہ شرعی مسافت قصر انگریزی میل کے حساب سے جس کی مقدار سترہ سو ساٹھ (۱۷۶۰) گز کی ہے۔ اور میرٹھ سے دہلی کا سفر کرنے والا قصر نماز پڑھے گا یا پوری جبکہ دونوں کے درمیان ۴۵ میل ہے اور شہر سے ۴۲ میل ہے۔

الجواب:۔ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ تین دن یعنی تین منزل کے

---

[۱] مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے اگرچہ ۴۸ میل انگریزی منقول ہے، لیکن تفصیل منقول نہیں ۱۲ فضل

سفر میں قصر کرنا پس میرٹھ سے دہلی اگر تین منزل ہے قصر کرسکتا ہے ورنہ نہیں اور فراسخ اور میلوں کا ظاہر مذہب کے موافق اعتبار نہیں جن مشائخ نے فراسخ کا اعتبار بغرض سہولت عوام کیا ہے اس میں تین قول ہیں، اکیس[۲۱] فرسخ یعنی ۶۳ میل شرعی، اٹھارہ فرسخ یعنی ۵۴ میل شرعی یا پندرہ فرسخ یعنی ۴۵ میل شرعی اور فتویٰ ثانی یا ثالث قول پر ہے، کذا فی رد المحتار۔ اور میل شرعی چار ہزار ذراع کا اور ذراع چھ[۶] قبضہ یعنی تقریبًا آٹھ گرہ کا انگریزی ذراع مروجہ زمانہ ہذا سے ہے، پس میل شرعی دو ہزار گز کا ہوا، اور میل انگریزی جبکہ سترہ سو ساٹھ گز کا ہے تو فی میل دو سو چالیس گز کا تفاوت میل انگریزی اور میل شرعی میں ہوا۔ تو ۴۵ میل شرعی قریب پچاس میل انگریزی کے ہوگا اور فراسخ کے اعتبار کرنے پر کم از کم مسافت قصر پچاس میل ہوگی۔

لیکن جبکہ اعتبار کرنا فراسخ کا اصل مذہب کے خلاف ہے تو اب مدار منازل پر ہوگا، اور یہ امر عرف اور عادت اور تجربہ پر موقوف ہے اور یہ بھی کتب فقہ میں موجود ہے کہ تین دن کے سفر سے یہ مراد ہے کہ اقصر ایام سفر میں صبح سے زوال تک جس قدر مسافت طے ہو سکے وہ مقدار میلوں کی معتبر ہوگی، یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے اساتذہ نے روزانہ بارہ کوس کا سفر یعنی سولہ میل اختیار فرمایا ہے۔ کیونکہ روزانہ

کذا فی الاصل واللہ اعلم سہ منہ

چھ گھنٹے سفر کے لئے مقرر کئے جاویں تو فی گھنٹہ دو کوس پیادہ آدمی متوسط چال سے طے کر لیتا ہے اس اعتبار سے مسافتِ قصر ۴۸ میل یعنی ۳۶ کوس کو قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم صـ ۴۹۵/۴ سوال نمبر ۲۲۳۴ نیز دیکھئے صـ ۴۶۱/۴ و صـ ۴۴۵/۴ مدلل و مکمل)

اس جواب میں مفتی صاحب نے شامی کے حوالہ سے ۴۵ میل شرعی یا ۵۴ میل شرعی پر فتویٰ نقل کیا ہے، پھر فرمایا کہ "جبکہ اعتبار کرنا فراسخ کا اصل مذہب کے خلاف ہے" اس پر عرض ہے کہ فراسخ کا اعتبار اصلِ مذہب نہیں نہ یہ کہ مذہب کے خلاف ہے، اور ان دونوں باتوں میں فرق ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مذہب کے خلاف ہے تو ۴۸ میل انگریزی اور ۳۶ کوس کو مسافتِ قصر بنانا بھی مذہب کے خلاف ہوگا، نیز یہ کہ جن مشائخ نے فراسخ کے ذریعہ تقدیر کی ہے یہ سمجھ کر کی ہے کہ یہ تین دن کی مسافت ہے جیسا کہ ابن الہمام کا قول اس مضمون گذر چکا ہے۔ (دیکھئے فتح القدیر صـ ۵/۲) ایسے ہی علامہ شامی کا قول پانی کے مسئلہ میں گذر چکا ہے کہ جن متأخرین نے دس پر فتویٰ دیا وہ مذہب کو ہم سے زیادہ جانتے تھے (شامی صـ ۱۲۹/۱) یہی بات یہاں بھی کہی جاسکتی ہے ہاں یہ کہنا کسی قدر معقول ہے کہ "یہ امر عرف اور عادت اور تجربہ پر موقوف ہے" (اس لئے ہم خود اندازہ کریں گے کہ متوسط آدمی تین دن میں کتنا چل لیتا ہے)

اس پر یہ عرض ہے کہ یہ اندازہ بھی ہر علاقہ اور ہر زمانہ کے لئے حجت نہیں ہو سکتا۔ جس طرح مشائخ کا اندازہ ہمارے لئے حجت نہیں تھا۔ مفتی صاحب رح کے زمانہ میں جو عادت تھی اس میں اب کافی تبدیلی آچکی ہے۔ لوگوں کے قویٰ کمزور ہو گئے پیدل چلنے کی عادت تقریباً متروک ہو گئی ہے اس لئے اس انداز کو ہر جگہ اور ہر وقت کیلئے لازم کرنا خود مفتی صاحب رح کے اصول کے خلاف ہوگا۔

پھر اس اندازہ میں صرف زوال تک سفر کا اعتبار کیا گیا ہے، یہ بات ظاہر الرّوایت میں نہیں ہے تو یہ بھی فراسخ کے اعتبار کی طرح ہوا اگر فراسخ کا اعتبار نہیں تو صرف مشائخ کے کہنے سے اس کا اعتبار کیوں کیا گیا۔ نیز سال کے سب سے چھوٹے دن کا اعتبار کیا گیا یہ بھی صرف بعض مشائخ کا قول ہے، ظاہر الروایت نہیں، یہ تمام سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رح کے کلام میں "ہمارے اساتذہ" سے معلوم نہیں کون سے اساتذہ مراد ہیں، حضرت گنگوہی کا قول ۴۸ میل شرعی کا گذر چکا ہے یہ حضرت مفتی صاحب کے چھوٹے علاتی بھائی مولانا شبیر احمد صاحب کا کلام بھی فتح الملہم سے نقل ہو چکا ہے وہ اپنے مشائخ کا مختار ۴۸ میل شرعی ۴ برید بتاتے ہیں، پھر یہ اساتذہ[1] کون ہیں واللہ اعلم۔ نیز حضرت مفتی صاحب نے خود لوگوں کی عادت دیکھ کر یہ مقدار طے کی ہو فتویٰ سے ایسا معلوم نہیں ہوتا صرف یہ فرماتے ہیں "یہی وجہ معلوم ہوتی ہے

---

[1] غالباً مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رح مراد ہیں جیسا کہ حضرت تھانوی رح کے ملفوظات افاضات یومیہ ص ۴۸ سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ان سے اندازہ کی تفصیل ہم کو معلوم نہیں۔۔ فضل الرحمن اعظمی

کہ ہمارے اساتذہ نے روزانہ بارہ[۱۲] کوس کا سفر یعنی سولہ میل اختیار فرمایا ہے "،

ان اساتذہ نے کس بنیاد پر یہ مقدار متعین فرمائی ہے اس کو مفتی صاحب نے اساتذہ سے نقل نہیں کیا، مفتی صاحب نے اپنے طور پر صرف یہ لکھا، روزانہ چھ گھنٹے سفر کے لئے مقرر کئے جائیں تو فی گھنٹہ دو کوس پیادہ آدمی متوسط چال سے طے کر لیتا ہے۔

لیکن ایک گھنٹہ میں دو کوس چل لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آدمی مسلسل چھ[۶] گھنٹے اسی رفتار سے چلتا رہے، ہندوستان میں اقصر ایام السنہ میں فجر کی نماز کے بعد سے قبل الزوال تک مشکل سے چھ گھنٹے ملیں گے، اور کیا مسلسل چھ گھنٹے بغیر درمیان میں رکے ہوئے متوسط آدمی کے لئے چل لینا آسان ہے؟ کتنے لوگوں کا عرف اور عادت مشاہدہ میں آتی ہے؟ یہ بات قابلِ غور ہے۔

پھر ایک دن چل لینا کافی نہیں دوسرے دن بھی اسی طرح چلنا چاہیئے اور تیسرے دن بھی آجکل یہ دیکھا جاتا ہے کہ پاکستان کی پیدل جماعتیں ایک دن مثلاً ۱۵ کیلو میٹر چلتی ہیں تو کسی مسجد میں ٹھہر کر دو تین دن کام کرتی ہیں، پھر سفر کرتی ہیں اس کو بھی عرف و عادت نہیں کہہ سکتے یہ چل لینا بہت بڑا کمال سمجھا جاتا ہے، ان کا ساتھ دینے والے شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں۔

اس طرح سوچا جائے تو قصر کی مسافت اور کم ہونی چاہیئے شاید اسی لئے مفتی کفایت اللہ رح نے ۳۶ میل انگریزی کو قصر کے لئے کافی بتایا ہے۔ لکھتے ہیں۔

جواب (۵۶۴) انگریزی میل سے چھتیس ۳۶ میل کی مسافت قصرِ نماز کے لئے کافی ہے (کفایت المفتی ص ۳۴۳/۳)

اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں دوسرے حضرات کے نزدیک بارہ کوس ہوئے اور میرے نزدیک بارہ میل الخ تذکرۃ الخلیل ص ۲۹۱ (تین دن کے ۳۶ میل ہوئے)

مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ نے بھی ۳۶ میل لکھا ہے فرماتے ہیں متوسط آدمی ایک دن میں ۱۲ میل سے زیادہ نہیں چل سکتا (علم الفقہ ص ۲۹۵/۲)

مولانا عبدالحئی فرنگی محلیؒ کا بھی یہی قول تھا جیسا کہ مولانا برہان الدین سنبھلی مدظلہ نے لکھا ہے (دیکھئے شرعی مسافت مؤلفہ مولانا مہربان علی صاحب ص ۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ اس قاعدہ سے بمشکل کوئی آدمی ۱۶ میل چل سکتا ہے بلکہ ۱۵ میل چلنا بھی دشوار ہوگا اسلئے بعض حضرات ۱۲ میل روزانہ اور بعض ۱۵ میل روزانہ قرار دیتے ہیں ہمارے اکابر نے ۱۶ میل روزانہ احتیاط کے طور پر قرار دیا ہے اس سے زائد قرار دینا غیر معقول ہے (مکتوبات ص ۱۴۴/۲)

حضرت نانوتویؒ سے ۲۴ میل مسافتِ قصر نقل کی گئی ہے (مسافتِ قصر مؤلفہ مولانا مہربان علی صاحب ص ۵۳)

ان حضرات کے زمانہ میں جو عادت تھی اب اس میں تبدیلی آگئی ہے۔ تو حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے بیان کردہ "عرف اور عادت اور تجربہ"

پر کس طرح عمل ہوگا؟ جو چیز عرف و عادت پر مبنی ہوتی وہ عرف و عادت کے بدلنے سے بدل جاتی ہے۔ جب وہ عادت نہیں رہی تو وہ فتوٰی بھی نہیں ہونا چاہیئے، ورنہ سوال ہوگا کہ شامی وغیرہ میں مذکور مشائخ احناف کی مقدار بر کو کیوں چھوڑا گیا۔ نئی تقدیر کیوں کی گئی؟ ظاہر ہے کہ اس کا جواب یہی ہے کہ علاقہ یا عرف و عادت کے بدلنے کی وجہ سے۔

ہمارے اکابر کا اختلاف اندازہ کے بارے میں سامنے آچکا ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رح اور مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم ہند رح اور مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی رح کے اندازے اور بیان کردہ مقدار پر عمل کیوں نہیں ہوگا؟ ان حضرات نے بھی تو اپنے علاقہ اور زمانہ کی عادت کو دیکھ کر یہ مقدار مقرر کی ہے۔

جنوبی افریقہ میں تو پیدل چلنے کی عادت اور عرف و تجربہ سرے سے ہے ہی نہیں پھر جو فتوٰی کسی خاص عادت اور تجربہ کی بنا پر دیا گیا ہے اسکو یہاں جاری کرنا کس طرح صحیح ہوگا؟ یہ ایک قابل غور مسئلہ ہے، حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب رح کی بیان کردہ مقدار کو ہر جگہ اور ہر زمانہ میں جاری کرنا خود ان کے بیان کردہ اصول کے خلاف ہے اس لیئے کہ انھوں نے لکھا ہے کہ یہ امر عرف اور عادت اور تجربہ پر موقوف ہے اھ بتایا جائے کہ یہاں کیا عرف اور عادت ہے؟

ان سب باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت گنگوہی رح کے فتوے پر عمل کرنا سب سے زیادہ مناسب اور محتاط ہوگا۔ اس لیئے کہ وہ مرفوع حدیث کے مطابق ہے، خواہ ضعیف ہی سہی۔ اور صحابۂ کرام میں سے

ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کے فتوے سے اس کو تقویت اور تائید حاصل ہے،
یہ مسافت تین دن تین رات جو اصل مذہب ہے اس کے معارض نہیں، ب
اس کا مصداق ہے اور ائمہ ثلاثہ مالک شافعی، احمد رحمہم اللہ کے مذہب کے مو
بھی ہے اور اس میں اپنی طرف سے اندازہ کرنے کی ضرورت بھی نہیں جس کی وجہ سے ک
اختلاف ہے۔

غالباً انہی وجوہ سے حضرت گنگوہیؒ نے ردالمختار میں مذکورہ اقوال کو چھ
کر مؤطا مالک کی روایت کی طرف رجوع فرمایا۔ حضرت جیسے فقیہ النفس
طرز عمل ہمارے لئے ایک سبق ہے۔ حضرت علامہ کشمیریؒ نے بھی ائمہ ثلاثہ کی موا
کی وجہ سے اس کو اختیار فرمایا اور علامہ شبیر احمد عثمانی رح کے مشائخ نے
اس پر فتویٰ دیا اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے کلام سے بھی اس کا رجح
سمجھ میں آتا ہے۔

اس لئے ہمارے خیال میں یہی مسافتِ قصر یعنی ۴۸ میل شرعی یا
تقریباً ۵۴ میل انگریزی یعنی تقریباً ۸۶ / ۸۸ کیلومیٹر سب سے زیاد
صحیح مناسب اور محتاط مسافتِ قصر ہے، ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

فضل الرحمٰن اعظمی خادم العلوم الاسلامیہ
مدرسہ عربیہ اسلامیہ، آزادول، جنوبی افریقہ ۱۷۵۰
۳ / رجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۰ / جنوری ۱۹۸۱ء

مؤلف مدظلہ کے مختصر حالات

ولادت و تعلیم

ولادت ١٣٦٦ھ کو مئو میں ہوئی۔ ابتداء سے اخیر تک تعلیم مئو ہی ہوئی اور ١٣٨٦ھ میں مفتاح العلوم مئو سے فراغت حاصل کی، بعد فراغت مختلف کتابیں پڑھیں، قرأۃ سبعہ بھی۔ محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رح کی خدمت میں رہ کر فتاوی کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور افتاء کی مشق کی۔ مشہور اساتذہ میں محدث اعظمی رح، مولانا عبد اللطیف نعمانی رح اور مولانا عبد الرشید رح وغیرہم ہیں۔

تدریس و خدمات

تین چار سال کے بعد مظہر العلوم بنارس میں تدریس شروع کی، مختلف کتابیں پڑھائیں جن میں مشکوٰۃ و ترمذی بھی ہیں۔
وہاں فتاوی نویسی کی خدمت بھی انجام دی، چار سال وہاں قیام رہا۔

پھر ١٣٩٤ھ میں جامعہ ڈابھیل تشریف لے گئے اور وہاں اکثر درسیات زیر تدریس رہیں اخیر میں مشکوٰۃ، جلالین، طحاوی، ابن ماجہ، نسائی وغیرہ بھی پڑھائیں، وہیں تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل بھی مرتب فرمائی جو طبع ہو چکی ہے، ١٤٠٣ھ میں سبعہ عشرہ بھی پڑھائی، اور مقدمۂ علم قرأت بھی مرتب فرمایا۔ جس میں قراء عشرہ اور ان کے رواۃ کا تذکرہ بھی ہے۔
١٤٠٦ھ میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ آزاد ول جنوبی افریقہ تشریف لائے۔ ١٤٠٨ھ سے

شیخ الحدیث ہوئے اور بفضل اللہ مختلف کتابیں. بخاری، ترمذی اور طحاوی زیر تدریس رہتی ہیں۔ اللہ بفیوضہ و برکاتہ۔

کئی کتابیں اور رسائل بھی آپ نے تالیف فرمائے. جواب طبع ہو رہے ہیں بحمد اللہ تبلیغی خدمات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، مختلف بلاد اور مقامات کے اسفار بھی ہوتے رہتے ہیں، جیسے انگلینڈ، ہولینڈ، فرانس، استنبول، مورشیش، ری یونین۔ اور افریقہ کے دیگر ممالک، حرمین شریفین کی زیارت سے بھی بار بار مشرف ہو رہے ہیں۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ (خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی مدظلہ) کے خلیفہ بھی ہیں، بفضلِ رحمانی دین کے اکثر شعبوں میں محنت فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ علم و عمل اور عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے

(آمین)

عتیق الرحمٰن الاعظمی

ربانی آفسیٹ پرنٹرس دیوبند
فون۔23565